مساجد میں بچوں کی آمد اور اُن کی صف بندی

حافظ حسین ازہر*
حافظ حسن مدنی**
حافظ حمزہ مدنی***

مساجد میں آئے روز یہ مسئلہ پیش آتا رہتا ہے کہ کیا بچوں کو مسجد میں لایا جاسکتا ہے، یا نہیں۔ یہ بچے مسجد میں آکر شور کرتے اور نمازیوں کے خشوع وخضوع میں کمی کا باعث بنتے ہیں، نیز ان بچوں کے ذریعے صف بندی بھی متاثر ہوتی ہے جو نماز کا اہم رکن ہے۔ شریعتِ اسلامیہ اس سلسلے میں ہمیں کیا رہنمائی دیتی ہے اور بچوں کو مسجد میں لانے کے آداب وضوابط کیا ہیں؟

اس سلسلے میں پہلے مساجد میں سکون واطمینان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی ہدایت بیان کی جاتی ہیں، پھر بچوں کو مسجد میں لانے کے حوالے سے احادیث بیان کی جائیں گی۔ اس کے بعد ان احادیث کی روشنی میں دیگر سوالات کی وضاحت کی جائے گی۔

ایک مسلمان کا دین کے بارے میں رویہ یہ ہونا چاہیے کہ جب اسے کسی معاملے میں قرآن کریم کی کوئی آیت یا نبی مکرم ﷺ کی مستند حدیث مل جائے تو اپنے ذاتی رویے اور رجحان کو چھوڑ کر اس کی اتباع کرے کیونکہ قرآنِ کریم اور منصبِ رسالت کا یہی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے قول وفعل میں ہمارے لیے اُسوہ حسنہ رکھا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱)

"فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔"

اور ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جو بھی رسول تمہیں رہنمائی دیں، اس کی اتباع کرو اور جس سے منع کردیں، اس سے رک جاؤ۔ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۲)

"اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رُک جایا کرو۔"

نبی کریم ﷺ کا احکام نماز کے بارے میں مشہور حکم ہے کہ

"وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" (۳)

"جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو، تم بھی اسی طرح نماز پڑھو۔"

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سماجی علوم، یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز، لاہور، پاکستان
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
*** اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور انسٹی ٹیوٹ فار سوشل سائنسز، لاہور، پاکستان

امام دار الہجرت، مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ
"ان سے وضو کے دوران پاؤں کی اُنگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے: کوئی ضرورت نہیں۔ لوگوں سے یہ سن کر یہ کام کم کر دیا۔ اُنہیں ابن وہب نے کہا: امام صاحب! مجھے اس بارے میں ایک حدیث کا علم ہے۔ پوچھنے لگے: وہ کیا؟ میں نے کہا کہ مستورد بن شداد قریشی سے باسند مروی ہے کہ « رأيتُ رسول الله يدلُك بخِنصره ما بين أصابع رجليه »، فقال: إن هٰذا الحديث حسن، وما سمعت به قطّ إلا الساعة یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی چھنگلی سے، پاؤں کی اُنگلیوں میں خلال کرتے ہوئے دیکھا۔ تو امام مالک کہنے لگے:
یہ حدیث تو معتمد ہے، میں نے اس سے پہلے یہ حدیث کبھی نہیں سنی۔ پھر اس کے بعد جب بھی ان سے یہ سوال پوچھا جاتا تو پاؤں کی انگلیوں میں خلال کا حکم دیا کرتے۔" (۴)

مسجد میں گفتگو اور شور شرابے کی ممانعت:

① سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
"اعتكف رسول الله ﷺ في المسجد فسمِعهم يجهرون بالقرآن، فكشف الستر وقال: «ألا إن كلكم مُناج ربَّه، فلا يؤذينَّ بعضكم بعضاً، ولا يرفع بعضكم على بعضٍ في القراءة» أو قال: «في الصلاة" (۵)
"نبی کریم ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے تو آپ نے لوگوں کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے دیکھا تو آپ نے پردہ ہٹایا اور فرمایا: خبر دار! تم میں سے ہر شخص اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی اللہ سے سرگوشی میں اذیت کا باعث نہ بنے اور قرآن کریم کی تلاوت یا دوران نماز تلاوت میں دوسرے سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔"

② سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد کے آداب کے بارے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا رویہ یہ تھا:
"كنت قائماً في المسجد فحصبني رجل، فنظرتُ فإذا عمر بن الخطاب، فقال: اذهب فأتني بهذين، فجئته بهما، فقال: من أنتما؟ أو من أين أنتما؟ قالا: من أهل الطائف، قال: "لو كنتما من أهل البلد لأوجعتكما، ترفعان أصواتكما في مسجد رسول الله"(٦)
"میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے مجھے ٹھوکا لگایا، میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ بولے: جاؤ، ان دو آدمیوں کو لے کر آؤ۔ میں انہیں آپ کے سامنے لے آیا۔ تو سیدنا عمر نے پوچھا: تم دونوں کہاں سے آئے ہو، یا تم دونوں کون ہو۔ وہ بولے: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم اس علاقہ (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا، تم اللہ کے رسول کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے ہو۔"
مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے بارے میں اُصولی حکم یہی ہے کہ وہاں خاموشی اختیار کی جائے اور

گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے ہیں، اور جو مسجد کے اس مقصد میں خلل ڈالتا ہے، وہ ہدایت فاروقی کے مطابق قابل تنبیہ اور بعض سنگین حالات میں قابل سزا بھی ہے۔

بچوں کو مسجد میں لانے کے بارے میں احادیثِ نبویہ:

① سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ الله ﷺ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ الله ﷺ وَهِيَ صَبِيَّةٌ. يَحْمِلُهَا فَصَلَّى رَسُولُ الله ﷺ وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِهَا." (۷)

"ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے [اپنی نواسی] امامہ بنت ابو العاص بن ربیع جو سیدہ زینب کی بیٹی ہیں، کو اُٹھایا ہوا تھا اور وہ ابھی بچی تھیں۔ آپ ﷺ نے اُنہیں اُٹھائے اُٹھائے نماز پڑھی کہ وہ آپ کے کندھے پر سوار تھیں۔ جب آپ رکوع کرتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو دوبارہ اس کو کندھے پر بٹھا لیتے۔ حتیٰ کہ اسی کیفیت میں آپ نے پوری نماز مکمل فرمائی۔"

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے: إدخال الصبيان المساجد کہ "بچوں کو مسجد میں لانے کا بیان"۔ اور صحیح مسلم میں اسی حدیث کو روایت کر کے اس پر باب جواز حمل الصبيان في الصلاة کہ "بچوں کو نماز میں اُٹھانا جائز ہے" کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ایسی ہی ایک اور حدیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ امام بھی ایسا کر سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ اسوۂ حسنہ ہے، آگے حدیث نمبر ۵ اور ۶ میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی یہی آرہا ہے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ملاحظہ کریں:

"رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عُنُقِهِ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا" (۸)

"میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو امامت کرا رہے تھے اور [آپ کی نواسی] اُمامہ بنت ابو العاص آپ کی گردن پر سوار تھیں۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اسے زمین پر بٹھا دیتے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"وَعَلَى جَوَازِ إِدْخَالِ الصِّبْيَانِ فِي الْمَسَاجِدِ"

"اس حدیث سے بچوں کو مسجد میں لانے کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔" (۹)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَ أُمِّهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ الْخَفِيفَةِ أَوْ بِالسُّورَةِ الْقَصِيرَةِ" (۱۰)

"جب نبی ﷺ ماں کے ساتھ موجود بچے کے رونے کی آواز سنتے اور آپ نماز پڑھا رہے ہوتے تھے تو آپ نماز

کو ہلکی یا چھوٹی سورت کے ذریعے مختصر کر دیا کرتے۔"

اس حدیث مبارکہ میں بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَ أُمِّهِ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے والدہ کے ساتھ مسجد میں موجود ہوتے تھے۔ جیسا کہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فإن ظاهره -بل هو نص علىٰ- أن الصّبي كان يكون مع أمّه في المسجد"(۱۱)

"اس حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات پر نص ہیں کہ مسجد میں اپنی ماں کے ساتھ بچہ بھی موجود ہوتا تھا۔"

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنِّي لَأَدْخُلُ الصَّلَاةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ بِهِ"(۱۲)

"میں نماز پڑھا رہا ہوتا ہوں، میں نماز لمبی کرنا چاہتا ہوں کہ بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو ماں پر ایسا گراں گزرنے کی بنا پر میں نماز کو ہلکا کر دیتا ہوں۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں کہتے ہیں کہ

"فِيهِ جَوَازُ إِدْخَالِ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ "(۱۳)

"اس حدیث سے بھی بچوں کو مسجد میں داخل ہونے کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔"

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ اس طرح مسجد میں بچوں کے آنے سے نمازیوں کے خشوع و خضوع میں کمی واقع ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو نبی کریم اس سنت کو جاری کرنے کے بجائے اس سے منع فرما دیتے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس قمیص کو تبدیل کرنے کی ہدایت فرمائی تھی جس نے آپ کو نماز سے مشغول کر دیا تھا۔(۱۴) گویا بچوں کا یہ مشغول کرنا ان احادیثِ نبویہ کے حوالے سے دیگر مصالح کی بنا پر نہ صرف گوارا ہے، بلکہ سنّتِ نبویہ ہونے کی بنا پر پسندیدہ بھی ہے۔

④ عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ فِيهِمَا فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَطَعَ كَلَامَهُ فَحَمَلَهُمَا ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ رَأَيْتُ هَذَيْنِ يَعْثُرَانِ فِي قَمِيصَيْهِمَا فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ كَلَامِي فَحَمَلْتُهُمَا-" (۱۵)

"نبی مکرم ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما [مسجد میں] آن پہنچے اور دونوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھیں، ان میں وہ لڑکھڑا رہے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ منبر سے اترے، گفتگو کو ختم کیا اور دونوں کو اُٹھایا، اور منبر پر لوٹ گئے اور کہنے لگے: اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے اِن دونوں کو دیکھا کہ اپنی قمیصوں میں گھسٹ رہے ہیں تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا حتیٰ کہ میں نے گفتگو منقطع کی اور اِن دونوں کو اُٹھالیا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے زبانِ مبارک سے اولاد اور مال کے فتنہ ہونے کی نشاندہی تو کی لیکن آپ کا عمل اور اُسوۂ حسنہ یہ ہے کہ آپ نے اس خطبہ جمعہ کو منقطع کر کے، منبر سے نیچے اتر کر دونوں بچوں کو اٹھالیا۔ جس خطبہ

جمعہ کے بارے میں آپ کی یہ ہدایت موجود ہے کہ جو شخص جمعہ کے دوران دوسرے کو خاموش رہنے کا کہے تو وہ لغو بات کرتا ہے، لیکن آپ نے نہ صرف گفتگو کو منقطع کیا بلکہ سب سامعین کی توجہ کو بھی متاثر کیا۔ اس خلق نبوی اور بچوں کے لیے پیار و محبت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اس سلسلے میں عملی نمونہ وہی ہے جو آپ نے اختیار فرمایا، نہ کہ اولاد کے فتنہ ہونے اور خطبہ جمعہ میں گفتگو نہ کرنے کا۔ اسلام سراسر دین رحمت اور فطرت ہے، بچوں کے لیے بھی!!

⑤ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ عَلَى ظَهْرِهِ وَعَلَى عُنُقِهِ فَيَرْفَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَفْعًا رَفِيقًا لِئَلَّا يُصْرَعَ، قَالَ: فَعَلَ ذٰلِكَ غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ بِالْحَسَنِ شَيْئًا مَا رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَهُ قَالَ: إِنَّهُ رَيْحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا وَإِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَعَسَى اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (۱۶)

"رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ اور گردن پر سوار ہو جاتے اور نبی کریم اُن کو شفقت سے اُٹھا لیتے تا کہ وہ گر نہ پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ کام ایک سے زیادہ بار کیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو وہ کرتے دیکھا جو آپ نے اس سے قبل نہیں کیا۔ تو آپ گویا ہوئے: یہ میرا دنیا کا پھول ہے اور میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔"

ایسا ہی واقعہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ ہے، جس میں نبی کریم ﷺ پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر ان کو سوار کراتے، نماز کے بعد دونوں کو اپنی ران پر بٹھایا، اسی اثنا میں بجلی چمکی تو آپ ﷺ دونوں بچوں سے بولے: جاؤ ماں کے پاس چلے جاؤ۔(۱۷)

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے:

"سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ، يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً، وَيَقُولُ: ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ-" (۱۸)

"میں نے نبی کریم ﷺ کا خطبہ سماعت کیا، اس طرح کہ آپ منبر پر تھے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں۔ ایک نظر آپ لوگوں کو دیکھتے اور ایک نظر حسن کی طرف ڈالتے۔ اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"

⑥ سیدنا عبد اللہ بن شداد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

"خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلَّى، فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ أَبِي: فَرَفَعْتُ رَأْسِي، وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلَى سُجُودِي فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ. قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْكَ قَالَ: كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ

يَكُنْ وَلَكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ" (۱۹)

"ایک بار نبی کریم ﷺ مغرب وعشا کی نمازوں میں سے ایک نماز پڑھانے ہمیں آئے اور آپ نے حسن یا حسین کو اٹھایا ہوا تھا۔ آپ آگے بڑھے اور ان کو زمین پر بٹھا دیا۔ پھر آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا اور نماز پڑھائی۔ نماز کے دوران آپ نے ایک سجدہ بہت لمبا کر دیا۔ میرے والد کہتے ہیں کہ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو بچہ نبی کریم کی پیٹھ پر سوار تھا اور آپ سجدے کی کیفیت میں ہی تھے۔ سو میں بھی اپنے سجدوں میں واپس چلا گیا۔ نماز کے اختتام پر آپ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ آپ نے دورانِ نماز ایک سجدہ غیر معمولی طور پر لمبا کر دیا تھا، ہمیں گمان ہوا کہ کوئی نئی بات ہو گئی یا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ نبی مشفق ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا کچھ بھی تو نہیں ہوا، لیکن میرا یہ بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تو مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اس کو جلدی میں ڈالوں، حتیٰ کہ یہ اپنی خواہش کو پورا کر لے۔"

⑦ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

"أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الْإِسْلَامُ. فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ: مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرَكُمْ "(۲۰)

"ایک رات نبی کریم ﷺ نے عشا کی نماز کو مؤخر کر دیا، اور یہ اسلام کے پھیل جانے سے پہلے کی بات ہے۔ حتی کہ سیدنا عمر بولے کہ [مسجد میں موجود] عورتیں اور بچے [انتظار کرتے] سو گئے ہیں۔ سو آپ نکلے اور مسجد والوں سے بولے: روئے زمین میں تمہارے علاوہ کوئی اس [نماز] کا انتظار نہیں کر رہا۔"

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

"بوّب البخاري على هذا الحديث بقوله: "باب وضوء الصبيان إلى قوله: وحضورهم الجماعة والعيدين والجنائز وصفوفهم"، وهذا يدل على أن البخاري فهم أن هؤلاء الصبيان كانوا حضورًا في المسجد، وهذا هو الظاهر. خلافاً لمن قال: إن المراد: ناموا في البيوت؛ لأن عمر – رضي الله عنه – نبه النبي صلى الله عليه و سلم إلى أنهم ناموا، ولو كان ذلك النوم في البيوت لكان طبيعياً ولا حاجة للتنبيه إليه." (۲۱)

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ "بچوں کا وضو کرنا، باجماعت نماز، عیدین، جنائز اور ان کی صفوں میں آنا"... اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری یہ سمجھتے ہیں کہ بچے مسجد میں تھے، جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔ برخلاف اس شخص کی رائے کے، جو سمجھتا ہے کہ بچے گھروں میں سو گئے ہیں کیونکہ سیدنا عمر نے نبی کریم کو بتایا کہ بچے سو گئے ہیں۔ اگر بچوں کا سونا ان کے گھروں میں تھا تو یہ معمول کی بات ہوئی، اس کو بتانے کی کیا ضرورت؟"

آپ مزید لکھتے ہیں:

"عورتوں، بچوں کے سونے سے مراد وہ عورتیں، بچے ہیں جو مسجد میں موجود تھے۔"(۲۲)

امام نووی کہتے ہیں کہ وہ بچے عورتیں مراد ہیں جو مسجد میں نماز کا انتظار کر رہے تھے۔

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

"وفي هذه الأحاديث جواز إدخال الصبيان المساجد ولو كانوا صغارا يتعثرون في سيرهم حتى ولو كان من المحتمل الصياح لأن النبي صلى الله عليه وسلم أقر ذلك ولم ينكره بل شرع للأئمة تخفيف القراءة لصياح صبي خشية أن يشق على أهله "

"مذکورہ بالا احادیث میں بچوں کے مسجد میں آنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ وہ اتنے چھوٹے کیوں نہ ہوں کہ چلنے میں دِقت محسوس کریں یا اُن کے رونے چلانے کا بھی امکان ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل سے اسی کا پتہ چلتا ہے اور آپ نے اس کو برا نہیں جانا بلکہ ائمہ نماز کو رہنمائی کی کہ اہل خانہ کی مشقت کے باعث، بچے کے رونے پر نماز کو مختصر کر دیا جائے۔"(۲۳)

نومولود بچے کے کان میں اذان کہنا بھی اسی قبیل سے ہے، جیسا کہ حافظ ابن قیم ارشاد فرماتے ہیں:

"وسر التأذين -والله أعلم- أن يكون أوّل ما يقرع سمع الإنسان كلماته المنتظمة لكبرياء الرب وعظمته والشهادة التي أول ما يدخل بها في الإسلام فكان ذلك كالتلقين له بشعائر الإسلام عند دخوله إلى الدنيا كما يلقن كلمة التوحيد عند خروجه منها"

اذان کہنے کے پیچھے راز یہ ہے... واللہ اعلم... کہ انسان کی سماعت سے سب سے پہلے جو منظم کلمات ٹکرائیں وہ ربِّ ذوالجلال کی کبریائی، اس کی عظمت اور اس شہادت پر مشتمل ہوں جس سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ دنیا میں داخلہ کے ساتھ ہی انسان کو شعائر اسلام کی تلقین کی جاتی ہے، جیسے کہ دنیا سے جاتے ہوئے اسے کلمہ توحید کی تلقین ہوتی ہے۔"(۲۴)

جدید علم نفسیات بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ بچہ ماں کی گود میں جو دیکھتا اور سنتا ہے، اس کا وہ اثر محسوس کرتا ہے اور اِسی سے اپنی شخصیت کی تشکیل کرتا ہے۔

ایسی احادیث جن میں بچوں کو مسجد میں لانے کی ممانعت ہے!

① سنن ابن ماجہ میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ يَقْظَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُومَاتِكُمْ وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَسَلَّ سُيُوفِكُمْ وَاتَّخِذُوا عَلَى أَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوهَا فِي الْجُمَعِ" (۲۵)

"اپنی مساجد کو بچاؤ: اپنے بچوں، دیوانوں، خرید و فروخت، جھگڑوں اور آوازیں بلند کرنے سے۔ اور حدوں کو قائم کرنے، تلواریں سونتنے سے اور اس کے دروازوں پر پاک کرنے والے یعنی وضو اور طہارت خانے بناؤ اور جمعوں میں اس کو خوشبو لگاؤ۔"

یہ روایت معتبر و مستند نہ ہونے کی بنا پر ناقابل قبول ہے، مذکورہ بالا کثیر و مسلسل اور مستند احادیث اس کے خلاف ہیں۔ پھر یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی ناقابل اعتبار ہے، چنانچہ علامہ حوینی کہتے ہیں کہ حدیث «جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ

صِبْيَانَكُمْ» جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، عمر بن شبہ نے اخبار المدینۃ، طبرانی نے المعجم الکبیر (۲۶) اور مسند شامیین (۲۷) میں بیان کیا ہے، منکر (۲۸) ہے۔

سنن ابن ماجہ کی احادیث پر حکم لگاتے ہوئے شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ابن الجوزی نے اس کو 'واہیات' شمار کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے 'الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ' میں کہا کہ اس کے متعدد طرق واسانید ہیں، تاہم سب ہی واہیہ ہیں۔ عبد الحق نے کہا: اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ (۲۹)

شیخ محمد فواد عبد الباقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا کہ اس میں حارث بن نبہان ضعیف ہے، اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ (۳۰) امام بخاری نے اسے منکر الحدیث، اور امام نسائی اور ابو حاتم نے متروک قرار دیا ہے۔ (۳۱)

حافظ ابن کثیر (۳۲) اور علامہ ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری نے بھی اسے ضعیف (۳۳) کہا ہے۔

اس کی سند میں کئی ایک کمزوریاں پائی جاتی ہیں، مثلاً:

اس کا راوی حارث بن نبہان بقول امام بخاری انتہائی ضعیف ہے، عتبہ بن یقظان کو امام نسائی نے غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو سعید محمد بن سعید شامی کو زندیق ہونے کی بنا پر پھانسی چڑھایا گیا تھا، امام احمد کہتے ہیں کہ وہ جان بوجھ کر حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے وضع حدیث کا مجرم بتایا ہے۔ امام نسائی اور ابن نمیر نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔

رواۃ کی خامیوں کے علاوہ اس حدیث کی سند منقطع بھی ہے کیونکہ مکحول شامی کے واثلہ بن اسقع سے سماع میں اختلاف ہے۔ اس حدیث کی ایک اور سند مصنف ابن ابی شیبہ (۳۴) میں یحییٰ بن حمزہ کے طریق سے ملتی ہے جو مرسل ہے۔ اس حدیث کے بعض شواہد بھی ملتے ہیں لیکن تمام ساقط الاعتبار ہیں جن میں سے ایک عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں، دوسرا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مصنف عبد الرزاق (۳۵) میں ذکر ہوئے ہیں۔

② حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے:

"قد كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه اذا رأى صبيانا يلعبون في المسجد ضربهم بالمخفقة - وهي الدرة - وكان يفتش المسجد بعد العشاء فلا يترك فيها أحدًا۔" (۳۶)

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بچوں کو مسجد میں کھیلتے دیکھتے تو ان کو درے سے مارا کرتے۔ اور نماز عشا کے بعد مسجد کا جائزہ لیتے اور اس میں کسی کو رہنے نہ دیتے۔"

شیخ البانی نے اپنی کتاب الثمر المستطاب (۳۷) میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کا مسجد میں کھیلنا کودنا جائز نہیں، تاہم اگر بچے مسجد میں بڑوں کے ساتھ نماز کے لیے آئیں، گو کہ اُنہیں نماز کا شعور نہ ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔ بچوں کا مسجد کو کھیل کی جگہ بنالینے پر یہی حکم لاگو ہوگا، چنانچہ اُن کے والدین اور ذمہ داروں کو چاہیے کہ ان کی نگرانی کریں اور ان کے ساتھ رہیں۔

③ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ احادیث ان بچوں کے بارے میں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ جب نماز پڑھنے کی کم از کم عمر ہی سات برس ہے، تو اس سے کم عمر بچوں کے مساجد میں آنے کا کیا تک بنتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"مُرُوا أَبْنَاءَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي

الْمَضَاجِعِ..." (۳۸)

"اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ اور انہیں [نماز ترک کرنے پر] مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور اُن کے بستر علیحدہ کر دو۔"

لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ حدیث نمبر ۲ میں مذکور الفاظ: بُکاء الصبی مع أمه (ماں کے ساتھ آئے بچے کا رونا) اور حدیث نمبر ۴ میں سیدنا حسین و حسن رضی اللہ عنہما کے بارے میں یعثران (وہ گھسٹ رہے تھے)، حدیث نمبر ا میں علیٰ عاتقه اور عنقه (کندھے اور گردن پر)، حدیث نمبر ۵ میں لئلا یصرع (تاکہ وہ رونہ پڑیں) اور حدیث نمبر ۶ میں سجدے میں پیٹھ پر سوار ہو جانا وغیرہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ احادیث سات سال سے چھوٹی عمر کے بچوں کے مسجد میں آنے کے بارے میں ہیں۔ اس لیے سات سال کے عمر والے بچے کو اجازت دینے کے تکلف کی ضرورت نہیں۔

فقہائے کرام کی آرا:

مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ کے مطابق جو بچہ سن شعور کو نہ پہنچا ہو، اُس کو مسجد میں آنے سے روکنا جائز نہیں (۳۹)۔ جبکہ بعض فقہانے ایسے بچوں کی آمد پر یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ شرارتوں سے گریز کریں، اور اگر اُنہیں روکا جائے تو ترک جائیں۔ (۴۰) لیکن دوسرے فقہا کے نزدیک یہ شرط غیر ضروری ہے حتیٰ کہ ایسے بچے جو خود چل بھی نہ سکتے ہوں، تو ان کا بھی مسجد میں آنا جائز ہے، جیسا کہ امام نسائی کے عنوان اور احادیث مندرجہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ یہی موقف امام نسائی، بدر الدین عینی (۴۱)، ابن رجب (۴۲)، امام نووی (۴۳)، حافظ ابن حجر (۴۴)، امام شوکانی (۴۵) اور علامہ ناصر الدین البانی (۴۶) رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

"يَجُوزُ إِدْخَالُ الصَّبِيِّ الْمَسْجِدَ وَإِنْ كَانَ الأَوْلَى تَنْزِيهُ الْمَسْجِدِ عَمَّنْ لاَ يُؤْمَنُ مِنْهُ تَنْجِيسُهُ" (۴۷)

"بچے کو مسجد میں لانا جائز ہے، اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ مساجد کو اُن بچوں سے پاک رکھا جائے جن سے نجاست کا امکان ہو۔"

سعودی مفتی شیخ عبد اللہ بن صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

"أن ثياب الأطفال وأبدانهم طاهرة ما لم تعلم نجاستها، وعليه فلا يجوز منعهم من المساجد لمجرد احتمال تنجيسهم لها. ومن الأدلة أيضاً ما ورد عن عائشة رضي الله عنها قالت: «أعتم رسول الله ﷺ في العشاء حتى ناداه عمر: قد» الحديث

وأما منع الصبيان من دخول المساجد بحجة التشويش على المصلين بما يحدث منهم من بكاء أو صراخ أو لعب، فهذا مردود؛ لأن الصبي إن كان مميزًا أمكن تأديبه وتعليمه السلوك الطيب والأخلاق الحميدة، لا سيما في بيوت الله. فيتعلّم الإنصات، وحسن الاستماع، والهدوء؛ لأن ما يُسمع من هؤلاء المميزين من الألفاظ السيئة." (۴۸)

"بچوں کے کپڑے اور ان کے بدن اس وقت تک پاک ہی شمار ہوں گے، جب تک نجاست کا علم نہ ہو جائے۔ سو مجرد احتمال نجاست کی بنا پر ان کو مساجد میں آنے سے نہیں روکنا چاہیے۔ اس کے دلائل میں وہ حدیث ہے جو

سیدہ عائشہ سے عشا کی نماز میں نام النساء والصبیان کے الفاظ میں مروی ہے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچوں کو مسجد میں اس بنا پر آنے سے روکنا کہ نمازیوں کو ان کے رونے، چیخوں اور کھیل سے تشویش ہوگی، تو یہ ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ بچہ اگر صاحبِ تمیز ہے تو اسے ادب، اچھے رویے، اور اخلاقِ حمیدہ مساجد میں سکھائے جاسکتے ہیں۔ وہ بچہ وہاں سکون و خاموشی، توجہ سے سننا، خاموشی سے بیٹھنا وغیرہ سیکھے۔"

بچوں کی صف بندی کے مسائل:

بچوں کا مساجد میں آنا تو مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا۔ بچوں کے ذریعے صف بندی کرنا بھی مشروع اور ثابت شدہ ہے، چنانچہ نامور سعودی عالم شیخ صالح فوزان لکھتے ہیں:

"وتجوز مصافة الصبي، وذلك بأن يقف معه رجل بالغ في صف واحد، أو يصلي بالغ بعدد من الصبيان، فيكونون صفًا – وهذا على الد اجحہ من قول أهل العلم، وهو قول الجمهور – لورود أدلة صحيحة صريحة تفيد ذلك." (۴۹)

"بچوں کے ساتھ صف بندی جائز ہے اور وہ یوں کہ کسی بچے کے ساتھ بالغ شخص ایک صف بنائے، یا کوئی بالغ شخص کئی بچوں کے ساتھ صف بندی کرے۔ جمہور اہل علم کا موقف یہی ہے، کیونکہ اس بارے میں صحیح وصریح دلائل سے یہی علم ہوتا ہے۔"

ان احادیث میں سے ایک سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"أن جدته مليكة – رضي الله عنها – دعت رسول الله ﷺ لطعام صنعته، فأكل منه، فقال: قوموا فلأصل بكم ، فقمت إلى حصير لنا قد اسودّ من طول ما لبث فنضحته بماء، فقام رسول الله ﷺ واليتيم معي، والعجوز من ورائنا، فصلى بنا ركعتين" (۵۰)

"میری دادی ملیکہؓ نے نبی کریم کو کھانے کی دعوت پر بلایا۔ آپ نے کھانا نوش فرمایا پھر کہنے لگے کہ اٹھو، میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ میں ایک چٹائی پر کھڑا ہو گیا، جو لمبی مدت کی وجہ سے سیاہ پڑ چکی تھی، میں نے اس پر پانی چھڑکا، پھر نبی کریم اس پر کھڑے ہو گئے، اور یتیم بچہ میرے ساتھ تھا، بوڑھی عورت ہمارے پیچھے تھی، تو آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔"

اس حدیث سے بالغ شخص کی بچے کے ساتھ صف بندی کا جواز پتہ چلتا ہے، کیونکہ یتیم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پیچھے صف بنائی تھی، اور یتیم اسے کہتے ہیں جس کا والد فوت ہو چکا ہو اور وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

بچوں کو صف سے پیچھے کرنا؟

بعض لوگ بچوں کے مسجد میں آجانے کے بعد، ان کو یا تو پہلی صف میں کھڑا نہیں ہونے دیتے، اگر وہ کھڑے ہوں تو ان کو کھینچ کر پچھلی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ اپنے تئیں وہ اسے صف بندی کا تقاضا اور نمازیوں کے اطمینان کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، لیکن ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

① "من سبق إلىٰ ما لم يسبق إليه مسلم فهو أحقّ به" (۵۱)
"جو سبق کرے ایسے معاملے میں، جس میں دوسرے مسلمان نے سبقت نہیں کی تو وہی اس کا حق دار ہے۔"

② "لا يقيم الرجلُ الرجلَ من مقعده ثم يجلس فيه" (۵۲)
"کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے شخص کو اس کی نشست سے اُٹھا کر اس کی خود جگہ بیٹھ جائے۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"هذا النهي للتحريم. فمن سبق إلى موضع مباح في المسجد وغيره يوم الجمعة أو غيره لصلاة أو غيرها فهو أحق به ويحرم علي غيره إقامته لهذا الحديث" (۵۳)

"یہ ممانعت حرمت پر محمول ہے۔ کیونکہ جو شخص جمعہ وغیرہ کے دن نماز جمعہ وغیرہ کے لیے کسی بھی مقام پر پہلے آگیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے اور دوسرے مسلمان کے لیے اس کی جگہ نماز پڑھنا حرام ہے، اس حدیث کی بنا پر۔"

③ سیدنا ابو قلابہ کی لمبی حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا گیا ہے جس میں انہوں نے کم عمری کے باوجود نماز کی امامت کرائی تھی:

"... فَإِذَا حَضَرَتْ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنْ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ." (۵۴)

"جب نماز کا وقت آن پہنچے تو ایک شخص اذان کہے، اور جسے زیادہ قرآن آتا ہو وہ امامت کرائے۔ تو لوگوں نے دیکھا اور انہیں مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم نہ ملا کیونکہ میں قافلوں سے سیکھا کرتا تھا۔ سو انہوں نے مجھے امامت پر کھڑا کر دیا، حالانکہ اس وقت میری عمر صرف چھ یا سات برس تھی۔"

اس حدیث سے قاری خود ہی اندازہ کر سکتا ہے کہ جب چھ سالہ بچہ امامت کرا سکتا ہے تو پھر وہ اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بچوں کو پچھلی صفوں میں دھکیلنے میں میں بچے کی حوصلہ شکنی، اس کے حق میں زیادتی اور نماز سے متنفر کرنا پایا جاتا ہے، اس لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اگر سب بچوں کو آخری صف میں جمع کر دیا جائے گا تو وہ آپس میں شرارتیں کریں اور کھیلیں گے، جس سے ان کے مسجد میں آنے کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ تاہم اگر بچہ کسی جگہ تشویش اور پریشانی کا باعث بن رہا ہے، تو اس صورت میں اس کی جگہ بدلی جا سکتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کی وضاحت: سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے نبی ﷺ کا فرمان مروی ہے:

"لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثَلَاثًا، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ" (۵۵)

"عقل مند اور باشعور لوگ نماز میں مجھ سے قریب ہوا کریں۔ پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں، تین بار فرمایا۔ اور بازاری میل جول (جس میں چھوٹے بڑے کا فرق نہ ہو) سے اجتناب کرو۔"

اور صحیح مسلم میں اسی حدیث سے قبل ابو مسعود انصاری کی حدیث بھی موجود ہے، جس کے الفاظ مذکورہ بالا حدیث سے ملتے جلتے ہیں۔

جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود کی روایت ذکر کر کے بعد میں یہ بھی حصہ موجود ہے:

"وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ، لِيَحْفَظُوا عَنْهُ" (۵۶)

"نبی کریم کو یہ پسند تھا کہ آپ کے قریب مہاجرین، پھر انصاری صحابہ کھڑے ہوں تاکہ وہ آپ سے سیکھ لیں۔"

تاہم اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بچوں کو پچھلی صفوں میں بھیج دینا صحیح نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ باشعور لوگ کو مجھ سے قریب ہونا چاہیے، اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ مجھ سے نہ قریب ہوں مگر عقل و بصیرت والے لوگ، یعنی اس میں دوسرے لوگوں کے قریب کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اہل بصیرت کو قریب آنے کی ترغیب ہے۔ یعنی وہ نماز میں جلد آئیں اور پہلے پہلے پہنچا کریں۔ نماز کھڑی ہونے کے وقت جو جہاں موجود ہے، اس کے لیے وہی جگہ مناسب ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مسجد میں تاخیر سے آنے کے باوجود اقامت کے بعد سب باشعور لوگوں کو آگے جمع ہونے کی دعوت دی جائے۔ دونوں باتوں میں معمولی سا فرق ہے جو توجہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ شیخ فوزان لکھتے ہیں:

"أما ما ورد في حديث أبي مسعود – رضي الله عنه – من قوله ﷺ: «ليلني منكم أولو الأحلام والنهى، ثم الذين يلونـهم، ثم الذين يلونـهم». فهذا لا يفيد تأخير الصغار عن أماكنهم، وإنما هو حث لأولي الأحلام والنّهى – وهم أصحاب العقول – على التقدم ليكونوا وراء الإمام، لتنبيهه على سهو إن طرأ، أو استخلاف أحدهم إن احتاج إلى ذلك. ولو كان المراد النهي عن تقدم الصبيان لقال: لا يلني إلا أولوا الأحلام والنهى."(۵۷)

"جہاں تک عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کا تعلق ہے جس میں کہا گیا کہ عقل مند اور صاحبِ بصیرت لوگ میرے قریب ہوا کریں، پھر ان کے مشابہ، پھر ان کے مشابہ... تو اس حدیث مبارکہ سے بچوں کو ان کی جگوں سے پیچھے کرنے کا مطلب نہیں نکلتا۔ بلکہ اس میں صاحب عقل و بصیرت لوگوں کو پہلے آنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ وہ امام کے پیچھے ہوں۔ تاکہ کسی امام کی کسی کوتاہی پر اس کو خبردار کر سکیں، یا ضرورت پڑنے پر فریضہ امامت سنبھال سکیں۔ اگر اس حدیث سے مراد بچوں کو اگلی صفوں سے روکنا ہوتا تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ میرے قریب کوئی نہ ہو، سوائے عقل و بصیرت والے لوگوں کے۔"

بچوں کو صف بندی میں مساوی حیثیت دینے کے حوالے سے راجح قول کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، تاہم اہل علم میں دوسرا قول بھی پایا جاتا ہے، جس کی بنیادی دلیل یہی عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس میں صاحب عقل و بصیرت لوگوں کو امام کے قریب نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی حدیث عبداللہ بن مسعود کی شرح میں فرماتے ہیں:

"فِي هَذَا الْحَدِيثِ تَقْدِيمُ الْأَفْضَلِ فَالْأَفْضَلِ إِلَى الْإِمَامِ لِأَنَّهُ أَوْلَى بِالْإِكْرَامِ وَلِأَنَّهُ رُبَّمَا احْتَاجَ

الْإِمَامُ إِلَى اسْتِخْلَافٍ فَيَكُونُ هُوَ أَوْلَى وَلِأَنَّهُ يَتَفَطَّنُ لِتَنْبِيهِ الْإِمَامِ عَلَى السَّهْوِ لِمَا لَا يَتَفَطَّنُ لَهُ غَيْرُهُ ... وَلَا يَخْتَصُّ هَذَا التَّقْدِيمُ بِالصَّلَاةِ بَلِ السُّنَّةُ أَنْ يُقَدَّمَ أَهْلُ الْفَضْلِ فِي كُلِّ مَجْمَعٍ إِلَى الْإِمَامِ وَكَبِيرِ الْمَجْلِسِ كَمَجَالِسِ الْعِلْمِ وَالْقَضَاءِ وَالذِّكْرِ وَالْمُشَاوَرَةِ وَمَوَاقِفِ الْقِتَالِ وَإِمَامَةِ الصَّلَاةِ وَالتَّدْرِيسِ وَالْإِفْتَاءِ وَإِسْمَاعِ الْحَدِيثِ وَنَحْوِهَا وَيَكُونُ النَّاسُ فِيهَا عَلَى مَرَاتِبِهِمْ فِي الْعِلْمِ وَالدِّينِ وَالْعَقْلِ وَالشَّرَفِ وَالسِّنِّ وَالْكَفَاءَةِ فِي ذَلِكَ الْبَابِ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ مُتَعَاضِدَةٌ عَلَى ذَلِكَ" (۵۸)

"اس حدیث میں افضل اور اس کے بعد افضل کو امام سے قریب کرنے کا علم ہوتا ہے کیونکہ وہ عزواکرام کے زیادہ لائق ہیں۔ بسا اوقات امام کو دوسرے کو امام بنانا پڑ جاتا ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق ہیں۔ اسی طرح وہ امام کو کوتاہی پر متوجہ کرنے میں بھی دوسروں سے برتری رکھتے ہیں۔ اور یہ امر صرف نماز میں ہی آگے کرنے پر منحصر نہیں، بلکہ مستحب یہ ہے کہ اہل فضل کو ہر مجمع میں امام اور سربراہ نشست کے قریب کیا جائے، جیسے علم وعدل کی مجالس ہوں یا ذکر ومشاروت کی، قتال کا موقع ہو یا نماز کی امامت کا، تدریس وفتوی کی بات ہو یا احادیث کو سنانے وغیرہ کی۔ لوگوں کو ان میں عمل ودین، عقل وشرف، عمر اور مرتبہ کے مطابق ہونا چاہیے، اور احادیث صحیحہ اس پر بہت روشنی ڈالتی ہیں۔"

اس حدیث کے مذکورہ بالا مفہوم کی تائید میں بعض صحابہ کا عمل بھی موجود ہے:

"... بَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِي رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي جَبْذَةً فَنَحَّانِي، وَقَامَ مَقَامِي فَوَاللهِ مَا عَقَلْتُ صَلَاتِي، فَلَمَّا انْصَرَفَ فَإِذَا هُوَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ: يَا فَتَى، لَا يَسُؤْكَ اللهُ، إِنَّ هَذَا عَهْدٌ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْنَا أَنْ نَلِيَهُ..." (۵۹)

"میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ مجھے ایک شخص نے پیچھے سے کھینچا اور صف اوّل سے دور کر کے میری جگہ کھڑا ہو گیا۔ بخدا مجھے نماز کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ جب اس نے نماز ختم کی تو وہ سیدنا اُبی بن کعب تھے۔ کہنے لگے: اے بچے! تجھے برا نہ لگے، یہ نبی کریم ﷺ کی ہمیں تلقین ہے کہ ہم آپ سے قریب تر کھڑے ہوں..."

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ عمل مروی ہے:

"أنّ عمر بن الخطّاب كان إذا رأى غلاماً في الصف أخرجه ... كان زرّ بن حُبيش، وأبو وائل إذا رأونا في الصف ونحن صبيان أخرجونا ... وأن عبدالكريم بن حكيم إذا رأى صبيًّا في الصف أخرجه" (۶۰)

"سیدنا عمر بن خطاب جب بچوں کو صف میں دیکھتے تو اسے نکال باہر کرتے۔... زر بن حبیش اور ابو وائل جب ہمیں صف میں دیکھتے، اور ہم بچے تھے تو ہمیں نکال دیا کرتے۔... عبد الکریم بن حکیم جب کسی بچے کو صف میں دیکھتے تو اس کو نکال دیتے۔"

اہم تنبیہ: بچوں کی صف بندی کے بارے میں سنن ابو داود میں ایک مستقل عنوان باب مقام الصبیان من الصفّ ہے جس میں ابومالک اشعری کی یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

"أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: " هَكَذَا صَلَاةٌ" (۶۱)

"کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز نہ بتاؤں، پھر نماز کھڑی کی، مردان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بچوں نے ان مردوں کے پیچھے صف بندی کی۔ پھر کہنے لگے کہ ایسے تھی نماز۔"

بچوں کو نماز میں پیچھے کرنے پر اس حدیث سے زیادہ تر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ حدیث شہر بن حوشب نامی راوی کے ضعف کی بنا پر نا قابل استدلال ہے۔ علامہ البانی نے سنن ابو داود اور مشکوۃ المصابیح (حدیث نمبر ۱۱۱۵) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اوپر مذکور پہلے قول کے دلائل زیادہ قوی ہیں، کیونکہ احادیث سے ان کی زیادہ تائید ہو رہی ہے جبکہ دوسرے قول کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی کوئی صریح حدیث نہیں، بعض صحابہ کے آثار ہی ہیں، جس کی استنادی حیثیت بھی کمزور ہے۔ اگر ابومالک اشعری والی یہ آخری حدیث صحیح ثابت ہوتی جس میں نبی کریم کے عمل کو بیان کیا گیا ہے تو یہ قولِ فیصل ثابت ہوتی، لیکن اس کی سندی حیثیت کمزور ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین سے پوچھا گیا کہ کیا بچوں کو صف سے پیچھے کرنا جائز ہے تو فرمایا:

"الصحيح عدم جواز ابعاد الصبي عن مكانه في الصف ولأنه فيه اعتداء على حق الصبي، وكسراً لقلبه، وتنفيراً له عن الصلاة، وزرعًا للبغضاء والحقد في قلبه" (۶۲)

درست بات یہی ہے کہ بچے کو صف میں اس کی جگہ سے پیچھے کرنا درست نہیں۔ اور اس میں بچے کے حق میں زیادتی، دل شکنی، نماز سے متنفر ہونا اور دل میں غصہ پیدا ہونے وغیرہ جیسی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"وهذا الذي ذكرنا في تقديم الرِّجالِ، ثم الصبيان، ثم النساء، إنَّما هو في ابتداءِ الأمرِ، أما إذا سَبَقَ المفضولُ إلى المكان الفاضلِ؛ بأنْ جاءَ الصَّبيُّ مبكِّراً وتقدَّمَ وصار في الصَّفِّ الأولِ، فإن القولَ الرَّاجحَ الذي اختاره بعضُ أهلِ العِلمِ۔ ومنهم جَدُّ شيخِ الإِسلام ابنِ تيمية، وهو مَجْدُ الدِّين عبد السلام۔ أنه لا يُقامُ المفضولُ مِن مكانِه، وذلك لقولِ النَّبيِّ ﷺ"(۶۳)

"جو بات ہم نے مردوں کو آگے کرنے کے بارے میں ذکر کی ہے، پھر بچے، پھر عورتیں ہونی چاہئیں، یہ نماز کے شروع کی بات ہے۔ تاہم جب کم فضیلت والا، افضل شخص سے پہلے آ گیا، اور وہ یوں کہ بچہ پہلے مسجد میں آیا اور آگے بڑھ کر اس نے پہلی صف میں جگہ حاصل کر لی تو اس وقت راجح قول یہ ہے، جسے بعض اہل علم مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دادا مجد الدین عبد السلام نے بھی پسند کیا ہے کہ کم فضیلت والے کو اس کے مقام سے پیچھے نہ ہٹایا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا تقاضا یہی ہے۔"

شیخ عبداللہ بن صالح الفوزان بھی اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و إذا تقدم الصبيان – ولا سيما المميزون – إلى الصّف الأول أو كانوا وراء الإمام فإنه لا ينبغي إبعادهم – على الراجح من قولي أهل العلم– أن إبقاءهم في أماكنهم فيه ترغيب لهم في الصلاة، واعتياد المسجد. أما طردهم وإبعادهم – كما يفعله كثير من الناس– فهذا فيه

محاذير عديدة منها:..." (۶۴)

"جب باتمیز بچے امام کے پیچھے پہلی صف میں موجود ہوں تو علما کے راجح قول کی رو سے ان کو پیچھے کرنا درست نہیں۔ ان کو یہاں رہنے دینے میں نماز سے رغبت اور مساجد کی عادت پڑ جانے کی قوی مصلحت ہے۔ اکثر لوگ جو ان کو پیچھے دھکیلے یا دور کرتے ہیں تو اس وہ بہت سی قابل اجتناب باتوں کا شکار ہوتے ہیں، مثلاً

اوّلاً، یہ سلف صالحین کے طریقے کی خلاف ورزی ہے کیونکہ خواتین کو پیچھے کرنے وغیرہ کی طرح اگر یہ معروف اسلامی روایت ہوتی تو اس کا معمول پختہ ہوتا، اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوتا۔ اگر بعض سلف کے بارے میں علم ہوا ہے کہ انہوں نے بچے کو پیچھے کر دیا تھا تو ایسا کسی صحابی کی رائے پر موقوف ہے، یا ایسے بچے کے بارے میں ہو گا جو نماز کا شعور نہیں رکھتا اور اس میں فضول حرکات کرتا ہے۔ بلاشبہ بچے کو پہلی صف سے اٹھا دینے میں اس کا دل ٹوٹ جانے، نماز سے متنفر ہو جانے اور مسجد سے بغض پیدا کر لینے کے خطرات ہیں حالانکہ شارع عزوجل تو ان کو نماز اور مساجد میں حاضری کی رغبت دلانا چاہتا ہے۔

ثانیاً، بچے اس طرح مسجد میں پیچھے ایک جگہ پر اکٹھے ہو جائیں گے، اور اس طرح زیادہ شرارتیں اور بے ہودگی کریں گے۔

ثالثاً، جس بچے کو کسی بڑے نے اٹھایا ہو گا تو وہ بچہ ایسے شخص کو ناپسند کرے گا، اس سے کینہ پالے گا، اس کا برا تذکرہ کرے گا، کیونکہ چھوٹے عموماً ایسی باتوں کو آسانی سے نہیں بھولتے۔

اسی طرح بچوں کے مسجد میں آنے کے نماز کے علاوہ اور بھی مقاصد ہو سکتے ہیں، مثلاً بچہ چھوٹا ہے اور گھر میں نماز کے وقت اس بچے کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ سو نمازی اسے ساتھ لے آتا ہے۔ یا انسان بازار یا راستے میں ہے کہ نماز کا وقت آن لیتا ہے سو وہ اپنے بچے کے ساتھ مسجد چلا آتا ہے، اس طرح اور بہت سی صورتیں جو نماز کے اوقات میں پیش آسکتی ہیں۔"

مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہوا کہ مساجد کی انتظامیہ اور بزرگوں کو بچوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکنا چاہیے، ان کا خوش دلی سے استقبال کرنا چاہیے، مساجد میں بچوں میں آنا، مسلمانوں کی ان مبارک عادات میں سے ہے، جو نبی کریم ﷺ نے سکھائی اور اختیار کی ہیں۔ بچوں کی مسجد سے اجنبیت، اور دوری کے نقصان کو اہمیت دینی چاہیے اور اس سلسلے میں مسجد کی نظافت میں اگر کوئی کمی بھی واقع ہو تو اسے گوارا کرنا چاہیے۔ تاہم بچوں کو تربیت دینی چاہیے کہ وہ مسجد کی صفائی کا دھیان کریں، ان کی نگرانی ہونی چاہیے اور ان کو درست رویے کی تلقین کرنا چاہیے۔ مسجد میں آنے والے بچوں کا خوش دلی سے استقبال کرتے ہوئے، ان کے لیے ان کی عمر کے مناسب سرگرمی ہونی چاہیے جس کا باقاعدہ کوئی نگران ہو۔

اگر کوئی بچہ بہت ہی شریر ہو تو اس صورت میں اس کے نگران کو از خود گریز کرنا چاہیے، اگر اس میں چھوٹی موٹی خامی ہے تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے اور گوارا کرنے کا رویہ اپنانا چاہیے جیسا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو کر، نماز کا سجدہ لمبا کروا دیا، اور سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے خطبہ جمعہ کے دوران خطاب نبوی کو منقطع کر دیا اور آپ ﷺ نے اسے ناپسند نہ جانا بلکہ خوش دلی سے قبول کیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الاحزاب:(۳۳) ۲۱

۲۔ الحشر:(۵۹)۷

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، بَاب رَحْمَة النَّاس وَالبَهَائِم، طبع دار السلام، ریاض، رقم الحدیث: ٦٠٠٨

۴۔ بیہقی، ابو بکر، احمد بن حسین، السنن الکبری، جُمَّاعُ أَبْوَابِ سُنَّةُ الْوُضُوءِ وَفَرْضِه، بَابُ كَيْفِيَّةِ التَّخْلِيلِ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الثالثة، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م، رقم الحديث: ٣٦١، ١/ ١٢٤

۵۔ السجستانی، ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود، کتاب الصلوۃ، بَابٌ فِي رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ، الناشر: المكتبة العصرية، بيروت، رقم الحديث:١٣٣٢

۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۴۷۰

۷۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث:۷۸۳

۸۔ مسلم بن حجاج، صحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب جواز حمل الصبیان فی الصلوۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت، س،ن، رقم الحدیث:٥٤٣

۹۔ عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ۲/۲۷۶

۱۰۔ مسلم بن حجاج، صحیح، رقم الحدیث:۷۲۲، دار قطنی، ابو الحسن، علی بن عمر، سنن دار قطنی، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان الطبعة الأولی، ۲۰۰۴م، رقم الحدیث: ۱۸۹۶

۱۱۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب، الناشر: غراس للنشر والتوزیع، س ن، ۲/۷۶۱

۱۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:٦٦٦، مسلم، صحیح، رقم الحدیث:۷۲۳

۱۳۔ شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، الناشر: دار الحدیث، مصر، الطبعة الأولی، ۱۴۱۳ھ - ۱۹۹۳م، ۵/۴۸

۱۴۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ (صحیح بخاری:۷۱۰) "سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی قمیص میں نماز پڑھی، جس میں دھاریاں بنی ہوئی تھی۔ تو آپ بولے: ان دھاریوں نے مجھے نماز میں مشغول کر دیا، اس کو ابو جہم کے پاس واپس لے جاؤ، اور انبجانی چادر لا کر دو۔"

۱۵۔ نسائی، ابو عبد الرحمٰن، احمد بن شعیب، سنن نسائی، الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب، ۱۹۸۶م، رقم الحدیث:۱۴۲۴

۱۶۔ شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، تحقیق الشیخ شعیب الارناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱م، رقم الحدیث:۱۹۶۱۱

۱۷۔ شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۰۶۵۹

۱۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۳۷۴۶

۱۹۔ نسائی، سنن، رقم الحدیث:۱۱۲۹

۲۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۵۳۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۰۸

۲۱۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲/۳۴۴

۲۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲/۳۴۵

۲۳۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب، ۲/۶۱ے

۲۴۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب، ۲/۶۱ے

۲۵۔ القزوینی، ابن ماجہ، ابوعبداللہ، محمد بن یزید، الناشر: دار إحیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسی البابی، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۵۰

۲۶۔ طبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۲۲/۱۵۷، رقم الحدیث: ۱۳۶

۲۷۔ طبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد، مسند شامیین، المحقق: حمدی بن عبدالمجید السلفی، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۰۵ - ۱۹۸۴: ق۶۴۸، رقم ۳۳۸۵

۲۸۔ هو الحديث الذي في إسناده راوٍ فحش غلطه، أو كثرت غفلته، أو ظهر فسقه (عسقلانی، ابن حجر، نخبۃ الفکر، ص۴۷)

"ایسی حدیث جس کی سند میں بے تحاشا غلطیاں کرنے والا، غفلت شعار اور گناہ گار راوی موجود ہو۔"

۲۹۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب فی فقہ السنہ والکتاب، ۲/۵۸۶

۳۰۔ ابن تیمیہ، ابوالعباس، احمد بن عبدالحلیم، اقامۃ الدلائل علی عموم المسائل، الناشر: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ص۳

۳۱۔ ذہبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد، میزان الاعتدال، الناشر: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، ۱۹۶۳م، ۱/۴۴۴

۳۲۔ ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، المحقق: سامی بن محمد سلامۃ، الناشر: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹م، ۶/۶۴

۳۳۔ بوصیری، احمد بن ابوبکر، مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ، ۱/۲۶۵

۳۴۔ ابن ابی شیبہ، ابوبکر، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، الناشر: مکتبۃ الرشد، الریاض الطبعۃ الأولی، ۱۴۰۹ھ، ۱/۳۸۱

۳۵۔ صنعانی، ابوبکر، عبدالرزاق بن ہمام، مصنف عبدالرزاق، الناشر: المجلس العلمي، المکتب الإسلامي، بیروت ۱۴۰۳ھ، ۱/۱۲۷

۳۶۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۶/۶۴ زیر آیت: رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

۳۷۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب، ۲/۶۲ے

۳۸۔ شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ۱۱/۳۶۹، رقم الحدیث: ۶۷۵۶

۳۹۔ ابوعبداللہ، محمد بن احمد، منح الجلیل شرح مختصر الخلیل، الناشر: دار الفکر، بیروت، الطبعۃ بدون طبعۃ تاریخ النشر، ۱۹۸۹م، ۱/۲۳ ۴۲۳، الانصاف، ۱/۳۹۵، حواشی الشروانی، ۲/۱۶۸

۴۰۔ مالک بن انس، المدونہ، الناشر: دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الأولی، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م، ۱/۲۵۲، مواہب الجلیل، ۵/۴۹

۴۱۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب، ۲/۵۶ے

۴۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ۳/۲۷۷

۴۳۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۲/۲۱۸

۴۴۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲/۲۷۶

۴۵۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۳/۱۲۹

۴۶۔ البانی، محمد ناصر الدین، الثمر المستطاب، ۲/۶۱ے

۴۷۔ المجموع، ۱۷۶/۲

۴۸۔ شیخ فوزان، مقالہ حضور الصبیان المساجد،http://www.alfuzan.islamlight.net
/index.php?option=content&task=view&id=۲۹۰۴&Itemid=۲۵

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۳۸۰، صحیح مسلم، ۶۵۸

۵۱۔ ابوداود، سنن، رقم الحدیث: ۳۰۷۱

۵۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۶۲۶۹، صحیح مسلم، ۲۱۷۷

۵۳۔ نووی، ابوذکریا، یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم، الناشر: بیروت، ۱۳۹۲ھ، زیر حدیث ۲۱۷۷...۱۶۰/۱۴

۵۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۴۳۰۲

۵۵۔ مسلم بن حجاج، صحیح، ۳۲۳/۱، رقم الحدیث: ۴۳۲

۵۶۔ ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، المحقق: بشار عواد معروف الناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م، رقم الحدیث: ۲۲۸

۵۷۔ مقالہ سابقہ.... بحوالہ أحکام القرآن از ابن العربی، ۱۱۱۶/۳

۵۸۔ امام نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ۱۵۵/۴

۵۹۔ نسائی، سنن، ۸۸/۲، رقم ۸۰۸، قال الالبانی: صحیح

۶۰۔ یہ تینوں روایات مصنف ابن ابی شیبہ کے باب اخراج الصبیان من الصف میں ذکر ہوئی ہیں۔ رقم الحدیث: ۴۱۶۷ تا ۴۱۶۹...
۳۶۳/۱ واضح رہے کہ یہ روایات ضعیف ہیں۔

۶۱۔ ابوداود، سنن، ۶۷۷

۶۲۔ رسائل شیخ محمد العثیمین، جلد نمبر ۱۳، احکام الصفوف... فتاوی ارکان الاسلام، سوال نمبر ۲۳۰

۶۳۔ ابن عثیمین، محمد بن صالح، الشرح الممتع علی زاد المستقنع، دار النشر: دار ابن الجوزي الطبعة الأولی، ۱۴۲۲ - ۱۴۲۸ھ، ۲۱/۳

۶۴۔ شیخ فوزان، مقالہ حضور الصبیان المساجد